© rasailojaraid.com

تعارف و تبصرہ

زمخشری کی تفسیر الکشاف - ایک تحلیلی جائزہ - از پروفیسر فضل الرحمن

سابق ڈین دینیات فیکلٹی و صدر شعبۂ دینیات (سنی) شائع کردہ : دینیات فیکلٹی، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ۱۹۸۲ء صفحات ۵۷۶ - طباعت لیتھو، مجلد مع گرد پوش - قیمت ۵۵ روپیے -

پروفیسر فضل الرحمن صاحب گنوری کی یہ کتاب ان کی ریسرچ تھیسس ہے جس پر انھیں شعبۂ اسلامیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے ۱۹۷۱ء میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری تفویض کی گئی۔ اس کتاب کو ہاتھ میں لیتے ہی خیال آتا ہے کہ کاش کہ مسلم یونیورسٹی کے شعبہ اسلامیات و دینیات وغیرہ دوسری امہات تفسیر کے تحلیلی جائزوں پر بھی اسی طرح کام کراسکتے۔ یہ کتاب مقدمہ کے علاوہ چار ابواب، اختتامیے، فہرست اور مآخذ و مراجع پر مشتمل ہے۔ اس کے مباحث کا مصنف نے بڑی جامعیت کے ساتھ تعارف کرایا ہے۔ جسے ہم انھیں کے لفظوں میں پیش کرتے ہیں:

"ہماری یہ کتاب، مقدمے، چار ابواب، اختتامیے، فہرست اور مآخذ و مراجع پر مشتمل ہے۔ مقدمے میں ہم نے تین امور پر گفتگو کی ہے۔ پہلا حصہ معنیٰ، تفسیر اور تاویل کے الفاظ کے مفاہیم کے فروق و اشتراکات کی وضاحت کرتا ہے۔ دوسرا حصہ تفسیر کے عہد رسالت ﷺ سے لے کر اس کے ایک مستقل فن کی حیثیت اختیار کرنے کے زمانے تک کا ایک مختصر تاریخی جائزہ ہے۔ تیسرے حصے میں ان تفسیری رجحانات کے بارے میں معلومات فراہم کی گئی ہیں جو چھٹی صدی ہجری یعنی زمخشری کے زمانہ تک نمودار ہوئے۔ یہ مباحث اس لیے ضروری سمجھے گئے کہ زمخشری کے کام کی حقیقی قدر و قیمت کو تاریخی پس منظر میں متعین کیا جاسکے۔"

"پہلے باب میں اولاً تحریک اعتزال کا سیاسی و فکری عروج و زوال، چوتھی صدی ہجری میں شیعیت سے اس کی مصالحت اور مملکت اسلامیہ کے مشرقی علاقوں میں اس کی اشاعت کے بارے میں گفتگو کی گئی ہے۔ ثانیاً زمخشری کی زندگی کے حالات ممکن تفصیل کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں۔ ان کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

علمی فضیلت، عقیدے اور فقہی مسلک پر روشنی ڈالی گئی ہے اور ان کے اساتذہ اور تلامذہ کے بارے میں اطلاعات بہم پہنچائی گئی ہیں۔ ثالثاً زمخشری کی تصانیف پر مفصل کلام کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ کون سی کتابیں چھپ چکی ہیں، کون سی مخطوطات کی شکل میں ملتی ہیں اور کتنی ایسی ہیں جن کے بارے میں یہ خیال ہے کہ وہ ضائع ہو چکی ہیں۔ یہ ساری معلومات اب تک کسی ایک جگہ جمع نہیں کی گئی ہیں۔ رابعاً کشاف کی تالیف کے فوری محرکات پر روشنی ڈالتے ہوئے ہم نے یہ بھی بتایا ہے کہ زمخشری کی تفسیر کا اصل الاصول کیا ہے۔"

"دوسرے باب میں معتزلہ کے پانچ بنیادی اصول یعنی توحید، عدل، وعدو وعید، المنزلۃ بین المنزلتین اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور ان کے مقتضیات ومضمرات کو پیش نظر رکھ کر نہایت تفصیلی طریقے سے اس امر کو واضح کیا گیا ہے کہ ان اصولوں کو زمخشری نے کس طرح تفسیر میں برتا ہے اور اس کے لیے کیا تکنیک استعمال کی ہے"۔ (پیش لفظ زتاح)

آگے تیسرے اور چوتھے ابواب نیز آخر میں اختتامیہ کے مندرجات کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"زمخشری قرآن کے اعجاز کو اس کے نظم واسلوب میں پنہاں بتاتے ہیں۔ ان کا دعویٰ ہے کہ اعجاز کا ادراک اور اس تک رسائی فنون بلاغت کے سہارے ہی ممکن ہے۔ فنون بلاغت کے ذریعہ قرآنی اعجاز کا اثبات وانکشاف ہی وہ چیز ہے جس کی وجہ سے کشاف پورے تفسیری ادب میں منفرد حیثیت رکھتی ہے اور اسی لحاظ سے زمخشری ایک نئے تفسیری رجحان کے بانی کہلائے جاتے ہیں۔ فن تفسیر میں اس رجحان کا داخلہ چھٹی صدی ہجری تک کیوں موخر ہوا اس بات کو عربی بلاغت کے ایک مجمل تاریخی جائزے کے ذریعہ واضح کیا گیا ہے۔ فنون بلاغت کے اصول کا اجرا اور انطباق زمخشری نے تفسیر میں کس طرح کیا ہے اس کا تفصیلی جائزہ مختلف عنوانات کے تحت پیش کیا گیا ہے۔ زمخشری نے کن اصولوں کے بارے میں اپنے پیش رو عبدالقاہر جرجانی کا اتباع کیا ہے اور کون سے طبع زاد اضافے ان میں خود کیے ہیں اس پر بھی گفتگو کی گئی ہے۔ یہ ساری چیزیں تیسرے باب کا موضوع ہیں۔"

"یہ ایک عام غلط فہمی ہے کہ تفسیر بالماثور کے سلسلے میں معتزلی تفاسیر خصوصاً کشاف کا رویہ عدم اعتنا یا کم از کم سرد مہری کا ہے۔ ہم نے بتایا ہے کہ یہ صحیح نہیں۔ تفسیر بالماثور کے سارے اہم مباحث کو کشاف میں نمایاں جگہ دی گئی ہے۔ ان میں سے بعض امور مثلاً قراءت سبعہ متواترہ کے بارے میں زمخشری کے جو تفردات ہیں انھیں بھی واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ معتزلی تفاسیر کے بارے میں دوسری غلط فہمی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہ ہے کہ یہ تفسیریں خالص عقلی رجحان کی علمبردار ہیں۔ ہم نے بتایا ہے کہ زمخشری نے تفسیر کے عقلی رجحان کو کشاف میں کیا مرتبہ دیا ہے اور اس کی کن حدود کے وہ قائل ہیں۔ یہ ساری بحثیں چوتھے باب میں ملیں گی۔"

"کشاف کا مرتبہ و مقام تنقیدی نگاہ میں کیا ہے، تفسیر و ادب کے ماہرین نے کشاف کے بارے میں کن رایوں کا اظہار کیا ہے اور زمانۂ تصنیف سے آج تک کشاف پر کیا کام ہوا ہے، ان تینوں امور سے اختتامیہ بحث کرتا ہے۔" (پیش لفظ ح تا ط)

مصنف کی طرف سے مباحث کے اس تعارف سے کتاب کی جامعیت اور اس کے مضامین کی وسعت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ واقعہ ہے کہ یہ کتاب کشاف اور صاحب کشاف پر معلومات کا معدن ہے۔ مصنف نے ہر بحث سے متعلق تلاش و جستجو کا حق ادا کر دیا ہے۔ کتاب کے مآخذ کی فہرست اردو، عربی، فارسی اور انگریزی ملا کر چار سو آٹھ کتابوں پر مشتمل ہے جو مصنف کی جاں فشانی اور کوہکنی کا اپنے آپ میں ثبوت ہے۔ فکر اسلامی کے ارتقا کی تاریخ کے پہلو سے بھی یہ کتاب غیر معمولی اہمیت کی حامل ہے جس میں ایک خاص پہلو سے مسلمانوں کی تقریباً ایک ہزار سال کی علمی تاریخ سمٹ آئی ہے۔ اسلامیات کے ایک طالب علم کے لیے یہ کتاب مختلف پہلوؤں سے اپنے اندر کشش کا سامان رکھتی ہے اور اس کی معلومات میں متنوع اضافہ کرتی ہے۔

اس کتاب میں تحقیق و تفتیش کا معیار کیا ہے اس کا اندازہ حواشی پر ایک نظر ڈالنے ہی سے ہو جاتا ہے۔ بعض بعض صفحات پر متن صرف ایک ایک سطر ہے اور باقی پورا صفحہ متعلقہ مباحث پر حواشی اور مآخذ کی تفصیل سے بھرا ہوا ہے۔ اصول تصنیف کی رعایت بھی اس کتاب میں بدرجہ اتم ملحوظ رکھی گئی ہے۔ کسی تصنیف کی اصل خوبی یہ ہے کہ وہ ایک فطری ترتیب سے مضامین کو آگے بڑھائے اور بات سے بات نکلتی چلی جائے۔ یہ کتاب اسی اصول تصنیف کا بہترین مظہر ہے۔ تفسیر کی ابتداء اور اس کے ارتقا کی بحث کو مصنف نے جس طرح کشاف اور صاحب کشاف تک پہنچایا ہے وہ پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ اور یہ بحث اس کتاب کا بہترین حصہ ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے زمخشری کی علمی جامعیت اور ان کا تنوع بھی پوری طرح ابھر کر سامنے آتا ہے۔ جو عام طور پر ہمارے یہاں قدیم علماء کا طرۂ امتیاز رہا ہے۔ زمخشری اصلاً لغت اور ادب کے امام ہیں۔ اور خاص طور پر اسی جہت سے انھوں نے قرآن کے حسن کو نکھارنے کے لیے کشاف کی تصنیف کا بیڑا اٹھایا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لغت اور نحوی مسائل میں ان کی امامت کی اس سے بڑھ کر دلیل اور کیا ہو سکتی ہے کہ راس الاشاعرہ امام رازیؒ کے رتبہ کا آدمی بھی ان مسائل میں ان کی طرف رجوع کرنے کے لیے اپنے کو مجبور پاتا ہے۔ لیکن حیرت ہوتی ہے کہ 'مفصل' اور 'اساس البلاغۃ' کا مصنف علم فرائض، رجال اور فقہ کے موضوعات پر بھی اسی طرح بے تکلف داد تحقیق دیتا ہے" (ص ۱۷۴-۱۷۷) حنفیت اور اعتزال کے امتزاج و قربت کی بحث اس کتاب کی ایک دلچسپ بحث ہے جس کے مختلف نمونے ہمیں پڑھنے کو ملتے ہیں (ص ۲۵۲، ۲۵۵، ۲۵۶، ۴۳۶، ۴۴۹، ۴۵۰)

باب دوم، سوم اور چہارم، کشاف اور اعتزال، کشاف اور اعجاز القرآن اور کشاف اور بعض دیگر اہم تفسیری رجحانات، اس کتاب کے اصل اور مشکل مباحث ہیں۔ زمخشری کی معتزلی تفسیر کی تکنیک کشاف اور فن بلاغت کے اصولوں کا انطباق اور کشاف میں فن بلاغت پر زمخشری کے کام کی نوعیت اس کتاب کے بڑے قیمتی مضامین ہیں۔ افسوس ہے کہ طوالت کا خوف مانع ہے ورنہ ہم ان کے مختلف نمونے پیش کرتے۔ واقعہ ہے کہ ادب کی جہت سے قرآن کے اعجاز کا اثبات زمخشری کا اتنا بڑا کارنامہ ہے کہ امت کی پوری علمی تاریخ میں آج بھی اس کا امتیاز اسی طرح قائم ہے۔ اس سلسلۂ بحث میں تفسیر کے مختلف موضوعات زیر بحث آئے ہیں جن میں مصنف نے تقریباً ہر جگہ متین اور متوازن نقطۂ نظر اختیار کیا ہے۔ ص ۴۴ پر شان نزول پر مصنف کا تبصرہ بہترین تبصرہ ہے۔

بعض باتیں توجہ طلب بھی معلوم ہوتی ہیں۔ ہر چند کہ مصنف نے پیش لفظ میں عربی عبارات کے ترجمہ کی عدم ضرورت کے سلسلے میں وضاحت کر دی ہے لیکن سچ یہ ہے کہ بلا ترجمہ مسلسل عربی عبارات سے اس کتاب کا حسن بہت کچھ متاثر ہوتا ہے۔ بعض مقامات پر تو تقریباً پورا پورا صفحہ بلا ترجمہ عربی عبارات پر مشتمل ہے۔ یہاں تک کہ عربی اشعار بھی بلا ترجمہ ہیں۔ عربی محاورات یا گزرے ہوئے مضامین پر مشتمل استشہادی آیات و احادیث کے علاوہ بلا ترجمہ عربی عبارت کی اردو کتاب میں گنجائش نکالنا مشکل ہے۔ اس کتاب کی مناسبت سے عربی اشعار کے بلا ترجمہ ہونے کا بھی کوئی موقع نہیں ہے۔ تمام عربی عبارات کا متوازی ترجمہ افادہ عام کے نقطۂ نظر سے ضروری ہے۔ بسا اوقات عربی عبارتیں غیر ضروری معلوم ہوتی ہیں تو ان کے مفہوم کو اپنے الفاظ میں ادا کرنے کی ضرورت ہے۔ کشاف کے بارے میں [illegible] کی عربی عبارات کو حذف

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کرکے اسے اردو میں لکھنے کی ضرورت ہے۔ کچھ عبارات یا اشعار اگر ان کی حیثیت استشہادی ہو تو بالالتزام ساتھ ہی ان کا ترجمہ دینا چاہئے۔ چند اردو سطروں کے علاوہ یہ پورا مضمون اصل عربی اقتباسات پر مشتمل ہے جو سب کے سب بلاترجمہ ہیں۔ واقعہ ہے کہ اس کمی نے عربی خواں حضرات کے لیے بھی اس کتاب کے بالاستیعاب مطالعہ کو صبر آزما بنا دیا ہے۔

باب دوم کی معتزلہ کے عقائد کی بحث کسی قدر مزید توضیح و تشریح کی طالب ہے۔ توحید عدل یا المنزلۃ بین المنزلتین وغیرہ مباحث کو پورا پڑھ لینے کے بعد ان کا واضح اور مرتب خلاصہ ذہن نشین نہیں ہوتا ہے۔ دوسرے کلامی مکاتب کے بالمقابل ان مابہ الامتیاز معتزلی عقائد کے مضمرات اور ان کے متضمنات کا واضح تصور بھی سامنے نہیں آتا ہے۔ یہی بات کسی قدر آگے باب سوم اور چہارم کے سلسلے میں بھی محسوس ہوتی ہے۔

زمخشری نہ صرف یہ کہ معتزلی ہیں بلکہ معتزلہ کے سرخیل بھی ہیں۔ کشاف کی تصنیف میں اپنے گناہوں کے کفارہ کے لیے قرآن کی ادبی اور لسانی خدمت کے علاوہ، اپنے مسلک اعتزال کی تائید و تصویب بھی ان کا بڑا محرک رہا ہے۔ لیکن اس کے باوجود نحو اور بلاغت کے پہلو سے قرآن کے اعجاز اور اس کے وجوہ اعجاز کو نمایاں کرنے میں 'کشاف' کا مرتبہ و مقام مسلم ہے اور سچ یہ ہے کہ آج تک اسلامیات کے پورے ذخیرہ میں اس کا کوئی بدل نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اشاعرہ میں بھی محققین نے ہر دور اور ہر زمانہ میں اس حیثیت سے 'کشاف' کی اہمیت کو تسلیم کیا ہے اور اس سے استفادہ کی سفارش کی ہے۔ لیکن کشاف کے مختلف پہلوؤں کا جائزہ' (ص۱۸۱) میں کچھ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مصنف کا لب و لہجہ ضرورت سے زیادہ سخت ہو گیا ہے۔ 'کشاف کے بارے میں ماہرین فن کی رائیں' (ص۴۹۲) کو بھی مصنف نے جوں کا توں نقل کر دیا ہے۔ حالانکہ اپنے مطالعہ کشاف کی روشنی میں مصنف کو ان آرا کی تنقید و تنقیح اور ان کی واقعی قدر و قیمت متعین کرنے کی ضرورت تھی۔ آخر میں فی الجملہ ان آرا پر علیحدہ سیر حاصل تبصرہ ضروری تھا۔ یہ تبصرہ اس لیے بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ 'ماہرین فن کی ان آرا میں بعض باتیں ایسی آگئی ہیں جو قابل غور ہیں۔ مثلاً حضرت نظام الدین اولیاء کا عالم برزخ میں زمخشری کا اچھی حالت میں نہ دیکھنا' (ص۴۹۵) یا یہ کہ ملا علی قاری بعض فقہاء کے حوالے سے کشاف کے مطالعہ کی حرمت کے قائل ہیں۔ (ص۵۰۵)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اعتزال کے عنصر کی وجہ سے کشاف کو ہاتھ نہ لگانا اور اس سے دوری کا مشورہ دینا علمی اور تحقیقی نقطۂ نظر سے مفید اور مناسب نہیں قرار دیا جا سکتا۔ جبکہ کتب تفسیر میں اس کا رتبہ یہ ہے کہ محققین کہتے ہیں کہ مفسر بیضاوی کے یہاں اپنی کوئی تحقیق نہیں ہے۔ کشاف سے اعتزال کے عنصر کو نکال کر اس کے مباحث کو وہ دوسرے لفظوں میں پیش کر دیتے ہیں۔ زمخشری اہل تصوف کے ناقد ہیں۔ اسی ضمن میں وہ اہل تصوف کے محبت وعشق کے دعووں، رقص وغنا، اور وجد وسماع کو شریعت کی نظر میں مبغوض ترین شئ قرار دیتے ہیں اور خود ان حضرات پر سخت تنقید کرتے ہیں (ص۸۸) اسے مصنف ناقدانہ نقل کرتے ہیں۔ کیا وہ رقص وغنا، اور وجد وسماع کو شریعت کے مطابق باور کرتے ہیں؟

امت میں ادب اور بلاغت کے پہلو سے جن بزرگوں نے قرآن کے حسن کو نمایاں کرنے کی کوشش کی ہے ان کی اگر کوئی مختصر سے مختصر فہرست بھی بنائی جائے تو دور آخر میں علامہ حمید الدین فراہیؒ کو نظر انداز نہ کیا جا سکے گا۔ ان کی بعض تفسیری آرا سے اختلاف کیا جا سکتا ہے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ مختلف پہلوؤں سے ان کا کام علمائے متقدمین سے بھی سبقت لے گیا ہے۔ یہ دیکھ کر تعجب ہوتا ہے کہ یہ پوری کتاب ان کے ذکر سے یکسر خالی ہے۔ ص ۲۵ اور ۳۵ پر 'اب' اور 'تخوف' کے سلسلے میں مصنف نے وہی بات نقل کر دی ہے جو اب تک عام طور پر کہی جاتی رہی ہے۔ اس سلسلے میں علامہ فراہیؒ کا نوٹس لینا ضروری تھا، جو ایک الگ نقطۂ نظر کے قائل ہیں۔ اسی طرح ص۴۴ پر شان نزول کی بحث میں حاشیہ پر مصنف سیوطی، ابن تیمیہ اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا حوالہ دیتے ہیں۔ لیکن مولانا فراہی کے مقدمہ تفسیر نظام القرآن سے کوئی تعرض نہیں کرتے۔ حالانکہ شان نزول کے مسئلہ کی جو تنقیح مولانا فراہی نے کی ہے اُسے 'الفوز الکبیر' کے آگے ہی کی بات کہا جا سکتا ہے۔ اعجاز القرآن کے مسئلہ پر بھی مولانا فراہیؒ کے افکار کا حوالہ ضروری تھا۔

ان معروضات سے قطع نظر کتاب بیش بہا اور اپنے موضوع پر معلومات کا گنجینہ ہے۔ یہ کتاب اس قابل ہے کہ اسے یونیورسٹیوں میں اسلامیات اور مدارس میں تفسیر کی کلاسوں میں ضمنی مطالعہ کی کتابوں کی فہرست میں شامل کیا جائے۔ توقع ہے کہ مصنف اگلے ایڈیشن میں اسے اور نکھار کر پیش کریں گے۔ اس رتبہ کی کتاب کا حق تھا کہ اسے پورے اہتمام سے آفسٹ پر شائع کیا جاتا۔ (سلطان احمد اصلاحی)

© rasailojaraid.com